اندازِ محبت .... وردا بتول

"کاش یہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں یا پھر آسمان ٹوٹ پڑے۔" مگر افسوس ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ خاص طور پر رسالہ پڑھتی حنا پر جو سدا کی ایموشنل تھی وہ بھی ہنوز اسی حالت میں بیٹھی تھی۔ شیریں جو اپنی لمبی زلفوں میں تیل لگا رہی تھی اور ساتھ ساتھ "یہ ریشمی زلفیں، یہ شربتی آنکھیں" گا گا کر گلا پھاڑ رہی تھی۔ ذرا فاصلے پر بیٹھی زیب، ساس بہو کا ڈرامہ دیکھ رہی تھی اور ساس کی چالاکیوں پر آنسو بہا رہی تھی۔

ان سب میں فصیحہ ہی تھی جو ذرا ڈھنگ کا کام کر رہی تھی۔ وہ اپنے فزکس کے اسائنمنٹ بنانے میں مصروف تھی۔ حُت جو اپنے آپ کو حُت کہلوانا بالکل پسند نہیں کرتی تھی اپنے نام کو شارٹ کر کے جائنا کر دیا تھا۔ کافی دیر سے ایک ہی ڈائیلاگ دہرا رہی تھی مگر یہاں کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا تھا۔ پھر حنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"حنا! تم تو بہت ایموشنل ہو۔" ایموشنل پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم پر بھی میرے ان ڈائیلاگ کا کچھ اثر نہیں ہو رہا......؟"

"نہیں میری پیاری کزن بالکل بھی نہیں۔ ایسے ڈائیلاگ سن کر میں تو کیا زیب دیکھ کر بھی نہ روئے۔" اس نے نہایت تحمل سے جواب دیا اور دوبارہ رسالے میں گھس گئی۔ جائنا کی حالت دیکھنے کے لائق تھی کہ اب روئے کہ کب روئے پھر روہانسی ہو کر شیریں سے بولی جو گلا پھاڑ پھاڑ کر ایک ہی سُر الاپ رہی تھی۔

"شیریں پلیز! تم ہی ڈائیلاگ لکھنے میں میری مدد کرو۔"

"مدد...... اور وہ بھی تمہاری...... بالکل نہیں۔ مفت میں تو میں تمہاری مدد بالکل بھی نہ کروں بلکہ اب تم نے ٹریٹ کا وعدہ بھی کیا تب بھی تمہاری مدد بالکل نہیں کروں گی ویسے بھی تمہیں ابھی میرا پچھلا حساب بے باق کرنا ہے۔" اس نے نہایت اطمینان سے کہا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ڈوب کر مر جاؤ۔"

"چلو بھر پانی میں۔" اس نے اس کی بات اچک لی جس پر جائنا کو اور غصہ آ گیا۔

"یہ ڈائیلاگ تم پر سوٹ کر رہا ہے ایسا کرو پہلا چھوڑ کر یہ لکھ لو۔" شیریں نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"شیریں کی بچی۔" وہ چیخی۔ "دوست ہو یا دشمن۔"

"آں...... دوسرے والا لفظ تمہارے لیے بہتر ہے۔" اس نے رسانیت سے جواب دیا، وہ شیریں کی طرف لپکی اس سے پہلے کہ وہ اسے پکڑتی زیب بھی ڈرامہ دیکھ کر اسے پکڑنے لگی۔

"چلو...... پہلے میری ٹریٹ نکالو جو میں نے ایموشنل سین لکھنے میں تمہاری مدد کی تھی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا شیریں اور زیب نے اس کو گھیر لیا کہ پہلے ٹریٹ دو۔

"ہاں بھئی ہاں...... یاد ہے مجھے تمہاری ٹریٹ کہیں بھاگ نہیں جا رہی میرا ناول تو چھپنے دو پھر دیکھنا ٹریٹ ہی ٹریٹ اور حنا تم جو یہ گھسے پٹے ناول لے کر بیٹھی رہتی ہو نا تم بھی میرے آگے پیچھے پھرو گی تم...... تم لوگ میرے آٹوگراف کے لیے ترسو گے۔ میں تم لوگوں کو نہیں دوں گی۔ گھر سے باہر قدم رکھتے ہی میں "فینز" میں گھر جاؤں گی اور تم لوگوں کو دیکھوں بھی نہیں اگر ایک مہینے کہانی نہ لکھوں تو لیڈیز کے فون پہ فون آنے لگیں گے۔ میرے فینز ہی اتنے بے قرار ہوں گے۔"

"فینز کیوں اے سی کیوں نہیں؟ بھئی گرمیوں میں تو اے سی بیسٹ ہے اور تمہیں پتہ ہے فینز میں جو بیٹری ہوتی ہے وہ وولٹ میں اے سی سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے بجلی کا خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے۔" اب تک خاموش بیٹھی فصیحہ بول اٹھی تو جائنا نے کن انکھیوں سے گھور کر دیکھا اور کہا۔

"ڈیئر کزن یہ کمنٹ تھا یا کمپلیمنٹ......؟"

"تمہارے لیے دونوں پرفیکٹ ہیں۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی شیریں نے اسے ایک کشن مارا جو صحیح نشانے پر لگا اور پھر وہی روز کی طرح شور ہنگامہ۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں......؟" ایک بھاری مردانہ آواز گونجی۔

"کیا سعد بھائی ہم بت بن جائیں انجوائے بھی نہ کریں لائف کو؟" زیب نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

"نہیں ابھی میں تو کہہ رہا تھا اکیلے اکیلے کہاں مزہ آتا ہے کیوں صحیح کہا نا میں نے......؟" وہ ہنستے ہوئے بولے تو سب نے "ہرے" کہتے ہی قہقہہ لگایا۔

"اور باقی تمہاری ٹیم کے ممبر کہاں ہیں؟" سعد بھائی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہشام نیٹ پر بیٹھا کسی کو فول بنا رہا ہے اور بن بھی رہا ہے علی کو صبح سے بڑے تایا نے اپنے ساتھ لگایا ہے لان کی صفائی کے لیے۔ فرحان دادو کے ساتھ بیٹھا مٹر چھیل رہا ہے۔"

"اور باری کہاں ہے؟ وہ دکھائی نہیں دے رہا۔" انہوں نے استفسار کیا۔

"وہ...... اسے تو پاپا اپنے ساتھ آفس لے کر گئے ہیں اور پتہ ہے وہ وہاں کام کم اور باتیں زیادہ کر رہا ہو گا بلکہ وہ تو لڑکیاں دیکھنے اور ان کا بائیو ڈیٹا لینے میں مصروف ہو گا اور عادت سے مجبور وہ پاپا کو ساری انفارمیشن دے رہا ہو گا پھر سے ڈانٹ کھائے گا۔" جائنا نے شوخی سے بتایا تو سب ہنسنے لگے کیونکہ یہ ان کی روز کی روٹین جو ٹھہری۔ اس دوران فصیحہ بالکل خاموش بیٹھی اپنی کتابوں میں مگن تھی۔ سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس عینک لگائے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا میں وہ بہت معصوم اور پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھ کر سر جھٹک کر باہر چلے گئے۔

"امن کدہ" میں ان بچوں کی وجہ سے امن کم اور شرارتیں زیادہ ہوتی تھیں جو ان مکینوں کی زندہ دلی کا ثبوت تھا۔ خضر عباس صاحب کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بڑے بیٹے اسفند عباس کے تین بیٹے سعد، حسام اور علی عباس تھے۔ منجھلے بیٹے اصفہان عباس کے پانچ بچے تھے۔ حنا، فصیحہ، شیریں، فرحان اور زیب۔ چھوٹے بیٹے فرہاد عباس کے دو ہی بچے تھے۔ باری اور جائنا۔ بیگم خضر عباس یعنی دادو نے بہوئیں بھی اچھی ڈھونڈیں ایسی کہ گھر میں امن رہے۔ تینوں بہوئیں سگی بہنیں تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں امن ہی امن تھا۔ بڑے تایا کو بیٹی کی خواہش تھی مگر علی کی پیدائش کے بعد بیگم اسفند کو ڈاکٹروں نے منع کر دیا کہ وہ مزید بچے کی خواہش نہ کریں اور یہ کمی منجھلے تایا کی بیٹی فصیحہ نے پوری کر دی اور اسی وقت ہی بڑے تایا نے اپنے سعد کے لیے اسے مانگ لیا تھا اور پھر بیٹیوں سے گھر بھر گیا اور آپس میں ہی سب کی منگنیاں بھی کر دی گئیں۔ حسام اور حنا کی، علی اور شیریں کی، زیب اور فرحان کی، باری اور جائنا ابھی چھوٹے تھے سو وہ بچ گئے۔ ان کے مطابق سب کی آپس میں گاڑھی چھنتی تھی اور پیار بھی بہت کرتے تھے۔

خضر عباس یعنی دادا جی نے اپنی بیٹیوں کی شادی نہایت دھوم دھام سے کی۔ بڑی بیٹی شادی کے بعد امریکہ چلی گئی۔ اسی کی شادی میں چھوٹی بیٹی کے لیے رشتہ آیا۔ نجانے کیا بات ہوئی کہ جب انہوں نے اس کی شادی کی تو یہ قسم بھی دی کہ وہ دوبارہ اس گھر کا رُخ نہ کریں یوں ان کی بھی شادی ہو گئی اور پتہ نہیں وہ کہاں تھیں جب ان کی شادی ہوئی تو سعد ابھی چلنا سیکھ رہا تھا۔ بڑی بُوا کے فون بھی آتے تھے امریکہ سے، مگر چھوٹی بُوا کا کسی کو کچھ پتہ نہ تھا۔ البتہ جائنا کو تجسس ضرور ہوتا کیونکہ وہ کئی بار دادو اور حنا دیکھ چکی تھی۔ سب بچوں نے گریجویشن کر رکھا تھا۔ سعد فیملی بزنس میں بڑوں کا ہاتھ بٹا رہا تھا لیکن باقی سب نے الگ الگ شوق پال رکھے تھے۔ علی پودوں پر ریسرچ کر رہا تھا اور گھر کا خوب صورت لان اسی کا مرہونِ منت تھا تو فرحان اور زیب کوکنگ کلاس لیتے تھے۔ فصیحہ فزکس میں ایم فل کا سوچ رہی تھی جب کہ باری "کچھ نہیں" کر رہا تھا اور جب بھی "کچھ نہیں" کرنے پر اسے ڈانٹ پڑتی تو وہ ڈھٹائی سے کہیں سے ایک شعر کا مصرعہ پڑھ کر سب کو جلا دیتا۔

؎ جو لوگ کچھ نہیں کرتے بڑا کمال کرتے ہیں

اور جنت کو ہر روز کوئی نت نئے شوق چڑھتے اور وہ ہاتھ دھو کر اس شوق کے پیچھے پڑ جاتی اور اچھی بات یہ تھی کہ جب تک اس کام کو پورا نہ کرتی چین سے نہ بیٹھتی اور بری بات یہ تھی کہ ایسے شوق میں وہ الٹی سیدھی عجیب و غریب ہر قسم کی حرکات کا مظاہرہ کرتی اور بڑوں سے ڈانٹ کھا کر داد وصول کرتی۔ خاص طور پر دادا جی سے وہ تو ہر وقت اس کو ڈانٹتے رہتے۔ اس کی ان عجیب و غریب حرکات سے ہر کوئی نالاں تھا اور پھر جو اس کی مدد کرتے ان کو ٹریٹ کے وعدے پر ٹرخاتی اور کتنے ہی وعدے وہ کر چکی تھی۔ اسے یاد بھی نہ تھے اور آج کل موصوفہ کو رائٹر بننے کا شوق سوار تھا اور ہر وقت وہ کہانی لکھنے، ڈائیلاگ سوچنے میں نظر آتی۔

سب بڑے سوچ رہے تھے کہ باری کو ایم ایس سی میں داخلہ دلا دیں مگر اس کے لیے بی ایس سی پاس کرنے کی شرط ہوتی ہے۔ چونکہ باری صاحب کچھ نہیں کرتے اس لیے بی ایس سی کلیئر نہ ہوا۔ دوبارہ سپلی کا امتحان دیا مگر کچھ نہ کرنے پر جو انہیں کمال حاصل تھا وہ بار بار فیل ہونے میں حاصل تھا۔ سب اس وجہ سے پریشان تھے کہ آخر کب تک وہ یہ معرکہ سرانجام دے گا؟ آخر کب تک......؟

سب ہی ناشتے کی میز پر موجود تھے۔ زیب اور فرحان کو جانے کیا سوجھی۔ انہوں نے اپنے ہنر کا مظاہرہ گھر والوں کے پیٹ پر کرنا چاہا۔ بڑی تائی، چھوٹی تائی سب کو کچن میں نہ آنے دیا۔ زیب تو خیر سے آٹھ بجے اٹھ ہی گئی تھی مگر فرحان سدا کا نکما ساڑھے آٹھ بجے اٹھا اور ناشتہ بنانے کے دوران آدھے سے زیادہ وہ چکھ لیتا۔ ناشتہ اچھا بنا تھا۔ نہاری، پوری چھولے اور کیا الا بلا تھی جو وہ سیکھ رہے تھے مگر تھی مزیدار۔ خیر سب نے ان کی تعریف کی اور اپنے اپنے کاموں کو روانہ ہوئے۔ شام کے وقت سب لان میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ بڑے ایک سائیڈ پر بیٹھے کوئی میٹنگ طے کر رہے تھے۔ سدا کی متجسس جائنا کے کان کھڑے ہو گئے لیکن ان کی گفتگو سن نہ سکی۔ ایک آدھ بار کوشش کی مگر دادا کی ڈانٹ سے وہ بھی پوری نہ ہو سکی۔ اس سے پہلے کہ وہ رونے والی ہوتی۔ دادو نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ جلد ہی تم سب لوگوں کو بتا دیا جائے گا۔ آخر سب کا انتظار ختم ہوا اور بڑوں نے فیصلہ کیا کہ جلد ہی فصیحہ اور سعد کی شادی کی تاریخ رکھ دی جائے گی۔ اس کے بعد حسام، فرحان اور علی کی اکٹھے شادی ہو گی۔ یہ تو پرانی بات تھی جس بات نے سب سے زیادہ دھماکا کیا وہ یہ تھی کہ باری کی شادی بڑی بُوا کی بیٹی رومیصا سے طے کر دی گئی۔

سب نے باری کو خوب تاڑا۔ وہ بے چارہ پریشان حال اور کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ اگلے ہفتے اس کی سپلی کا پرچہ تھا اور بڑوں کی طرف سے آخری وارننگ۔

"اب کے بار اگر تم فیل ہوئے تو تمہیں جائیداد سے بے دخل کر دیا جائے گا اور آفس میں چپڑاسی کے اسسٹنٹ کے طور پر رکھا جائے گا۔" یہ دادا جی کا آرڈر تھا اور سب ہی نے اس کو فالو کرنا تھا۔ پہلی والی بات تو وہ خیر برداشت بھی کر جاتا مگر "چپڑاسی کا اسسٹنٹ" یہ وہ برداشت نہ کر سکا۔ اس سے پہلے کہ وہ احتجاج کرتا سب بڑے محفل برخاست کر چکے تھے۔ اس کی روہانسی شکل دیکھ کر سب کا ہنس ہنس کے برا حال تھا۔

اگلے مہینے رزلٹ آ گیا۔ "چپڑاسی کے اسسٹنٹ" بننے کے خوف سے یا تو "احساس" کے مارے وہ پاس ہو گیا۔ "احساس" والی بات پر ینگ پارٹی میں سے کسی کو اتفاق نہ تھا اور نہ ہی چپڑاسی کے اسسٹنٹ بننے کی شرمندگی پر، مگر پھر وہ کیسے پاس ہو گیا......؟ جواباً وہ مسکرایا اور کہا۔

"معمے کبھی حل نہیں ہوتے، کچھ راز راز ہی رہتے ہیں۔ اس بات کا علم بھی خدا کے پاس ہے کہ میں کس طرح پاس ہوا۔" اور سب خاموش رہے اس کی بات پر دھیان دینے کی بجائے ٹریٹ پر زور دیا جا رہا تھا۔ آخر بھئی ان کا حق تھا اور اس نے شام کو سب کو باربی کیو میں لے چلنے کا وعدہ کیا اور شام کو سب وہیں موجود تھے۔ خوش گپیوں میں وقت کا احساس ہی نہ ہوا۔ سعد اور فصیحہ کی شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی اور شادی کو پندرہ دن باقی رہتے تھے۔ رات کے کھانے کے بعد سارے بڑے صوفے پر براجمان شادی کے فنکشن اور کھانے کے مینو پر ڈسکس کر رہے تھے۔ سعد بھائی ایک ضروری پروجیکٹ کے لیے کینیڈا گئے تھے۔ فصیحہ بھی اپنے کمرے میں بند تھی جب کہ ینگ پارٹی فنکشن کو بھرپور طریقے سے منانے کی پلاننگ کر رہی تھی۔ ظاہر ہے رونا دھونا تو تھا نہیں آخر گھر سے گھر تک کی بات تھی۔ سب سوچ رہے تھے کہ ایونٹ پر کیا تیاریاں کی جائیں اور اپنے

urdunovels.net

ذہنوں کو زنگ لگنے سے بچانے کے لیے تکلیف دے رہے تھے کہ اچانک جائنا چلائی۔

''آئیڈیا۔'' پہلے تو سب اس کے چلانے پر ڈرے اور پھر اس کے آئیڈیے پر وہ آنکھ بند کر کے یقین کرتے تھے کہ وہ جو بھی آئیڈیا دے گی وہ اس کے ذہن کے مطابق بے وقوفوں جیسا ہوگا مگر یہاں تو حساب ہی الٹا تھا۔ سب سے پہلے اس نے سوچا تھا۔ آخر سب کو اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

''اچھا جائنا بہنا بھی سوچتی ہیں اور میں یہاں پریشان ہو رہا تھا کہ اس زنگ آلودہ دماغ کا کیا ہوگا؟ کون اس کھسکی ہوئی لڑکی سے شادی کرے گا؟'' علی نے سنجیدگی کا مصنوعی مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو وہ لڑنے کے لیے آگے بڑھی مگر دادا جی کی تیز نظروں کے خوف سے وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔ آخر اتنے ''تیز والیوم'' سے ساتھ بیٹھنے والوں کا یہ حال تھا تو دور بیٹھے دادا جی کیسے نہ سنتے اور سب نے بے صبری سے کہا۔

''آئیڈیا تو بتاؤ۔''

''ہاں! میں کہہ رہی تھی کہ میں اپنی کہانی میں ہیروئن کا ایکشن نہیں کروں گی۔'' اس نے خوش دلی سے کہا اور داد بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''اوہو! اپنی کہانی کے متعلق بات بعد میں کرنا پہلے آئیڈیا بتاؤ جو تم نے سوچا۔'' زیب نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

''یہی تو وہ آئیڈیا تھا۔'' جائنا نے ازلی معصومیت سے شکل بنائی کہ سب کو پہلے تو غصہ آیا مگر بڑوں کی موجودگی کے احساس سے کچھ نہ کہہ سکے اور پھر سب ہنسنے لگے اور حسام نے نہایت غصے سے پوچھا۔

''تو یہ تمہارا آئیڈیا تھا؟''

''ہاں۔'' اس نے معصومیت سے کہا۔ ''اچھا لگا ناں مجھے پتہ تھا مجھ جیسی جینیئس کی بات آپ جیسے جینیئس ہی کی سمجھ میں آئے گی۔'' وہ ذرا خوشامدی لہجے میں بولی۔ پہلے تو وہ بھی اترانے لگے لیکن جب ''مجھ جیسے جینیئس'' سنا تو اور آگ بگولا ہو گئے۔

''فنٹاسٹک! زبردست کیا آئیڈیا تھا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں میں تمہاری بے وقوفی کی تعریف کروں کہ محترمہ جائنا یعنی جنت بی بی بھی اپنا دماغ استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور مجھ جیسے مائس اور جینیئس بندے کو خود سے کمپیئر کرتی ہیں۔ واہ! واہ! کیا کہنے آپ کے جائنا جی۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولے وہ اپنی تعریف پر پھولے نہ سما رہی اور ان بعد کے الفاظ پر غور ہی نہ کیا اور جب وہ سمجھی اور کچھ کہتی کہ فرحان بولا۔

''بھئی آخر کو ہم پاکستانی ہیں اور حکومت نے شادی کے خرچے پر پابندی لگا رکھی ہے اور محترمہ اس طرح اپنی ہیروئن کی شادی بھی نہایت سادگی سے کریں گی اور یہ پیغام بھی پہنچائیں گی کہ کم خرچے والا' کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں......؟'' اس نے داد چاہنے والی نظروں سے سب کو دیکھا اور باری بولا۔

''لگتا ہے ہیروئن کا باپ کنجوس ہوگا۔'' اور سب قہقہہ لگا کر ہنس دیے۔ اتنے میں سعد بھی کینیڈا سے شاید آچکا تھا اور آتے ہی بولا۔

''اوہو تم لوگ میری بہنا کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟'' وہ سعد بھائی کہتی ان کے پاس چلی گئی اور سعد بھائی نے اسے چائے کا آرڈر دے دیا اور سب نے کہا۔

''چائے کے ساتھ اگر پکوڑے/کچھ مل جائے تو مزہ آجائے گا۔''

''کیوں نہیں جوتے، چپل کیا کھانا پسند کریں گے؟'' اس نے طنزاً کہا تو سب ہنس دیے اور وہ پیر پٹختی کچن کی طرف چلی گئی۔ وہاں فصیحہ پہلے سے وہاں موجود تھی۔ چائے بنانے کے لیے پہلے اس نے برنر آن کیا تو فصیحہ نے کہا۔

''رہنے دو میں بنا دیتی ہوں''

''کزن ہو تو تمہارے جیسی اور ایک وہ ہیں سب کے سب...... میری طرف سے ٹریٹ پکی سمجھو۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''پہلے پہلے والی ٹریٹ تو دو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر کھجانے لگی اور باہر چلی گئی۔ جب سے سعد بھائی آئے وہ میٹنگ میں مصروف رہے بڑوں کے ساتھ اور ان کو کچھ منوا رہے تھے مگر وہ ان کی بات نہیں سن رہے تھے اور وہ سب جاننا چاہتے تھے کہ آخر کیا بات ہوگی اور کون انہیں بتائے گا۔

''میرے ذہن میں زبردست آئیڈیا آیا ہے۔'' جائنا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''رہنے دو اپنا آئیڈیا بعد میں سنیں گے۔'' حنا نے جل کر کہا۔

''سنو تو سہی۔'' اس نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا بتاؤ یہی ناں کہ تم اپنی ہیروئن کی شادی ہی نہیں کرو گی اور پہلے والا آئیڈیا کینسل۔'' باری نے کہا۔

''نہیں! نہیں۔'' جائنا نے بے چین ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھا تو پہلے والا آئیڈیا ٹھیک ہے اب والا کینسل......؟'' شیریں جو پیچھے رہنے والوں میں سے نہ تھی فوراً بولی۔

''اوہو کوئی میری بات تو سنو ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ جھنجھلائی اور تقریباً چلانے والے انداز میں کہا کیونکہ اگر وہ چلاتی تو بڑوں سے ڈانٹ کھاتی۔

''جائنا بتاؤ ناں۔'' باری نے بے صبری دکھائی۔

''واہ! بھئی واہ! ہماری بہن کو اور بات کرنی بھی آتی ہے۔'' فرحان نے کہا۔ سب واہ! واہ کرنے لگے۔

''کوئی میری بات سنے گا یہاں......؟'' اس نے چلانے والے انداز میں کہا تو سب توجہ سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اپنی طرف سب کی توجہ دیکھ کر وہ بوکھلا سی گئی۔

''سب ایسے مجھے کیوں گھور رہے ہو؟'' وہ نروس ہوتے ہوئے بولی۔

''میری بلکہ ہماری ڈکشنری میں اسے ''توجہ'' کہتے ہیں اور آپ کے نادر خیالات میں کچھ اور کہتے ہیں یا کہتے ہوں گے ہمیں نہیں معلوم اگر زحمت نہ ہو تو بتانا پسند کریں گی۔'' لب کے زیب نے کہا۔

''اب بتاؤ بھی اپنا آئیڈیا جو کہانی سے ہٹ کر ہے۔'' سب نے آئیڈیے پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں! وہ میں کہہ رہی تھی کہ میں......'' وہ رک گئی۔

''ہاں تم......'' سب نے دہرایا۔ ''اب آگے بھی بولو۔''

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہی تھی کہ یکدم سے تیزی سے بولی۔ ''میں اپنی کہانی میں وصی شاہ کے اشعار لکھوں گی۔'' اور سب کی طرف دیکھا تو وہ سب خاموش تھے۔ یہ غیر متوقع حالت دیکھ کر پہلے تو وہ ٹھٹکی مگر وہ سب سانس لے رہے تھے یہ قدرے سکون کی بات تھی۔

''کیا ہوا؟ آپ سب خاموش کیوں ہیں......؟'' ڈرتے ڈرتے اس نے ان سب کو پکارا تو کمرے میں دھما چوکڑی مچ گئی اور وہ وہاں سے بھاگی کہ اس کا سر زور سے دروازے سے ٹکرا گیا اپنے تئیں تو اس نے ٹھیک سمت کی طرف لگائی تھی مگر بیچ میں دروازہ کہاں سے آگیا پھر سر اٹھا کر دیکھا تو پلکیں جھپکانا بھول گئی۔ وہ کوئی دروازہ نہیں بلکہ دادا جی تھے اور پیچھے سے آنے والی فصیحہ بھی اندر آچکی تھی اور وہ اس کے پیچھے چھپ گئی۔ دادا جی کو دیکھ کر سب سیدھے دم سادھے کھڑے ہو گئے جیسے انہیں کسی سانپ نے سونگھ لیا ہو۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' دادا جی نے غصے سے کہا۔

''نہیں۔'' باری نے دانت نکالتے ہوئے کہا تو سب نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔

''میں پوچھ سکتا ہوں یہ دانت کس خوشی میں نکالے جا رہے ہیں؟'' دادا جی نے غصیلی آواز میں کہا۔

''شوق سے پوچھیے۔ اس بارے میں تو ہم نے پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔'' سدا کا باتونی باری اس موقع پر بھی خاموش نہ رہ سکا اور فطرتاً عادتاً دادا جی نے اسے ڈانٹا۔

''ہونہہ بی ایس سی کلیئر ہو نہیں چلے ہیں پی ایچ ڈی کرنے۔''

''دادا جی یہ سراسر ناانصافی ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں نے بی ایس سی تو کیا ایم ایس سی بھی کلیئر کر لی ہے۔'' اس نے احتجاجاً کہا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ کہنا بے کار ہے لیکن دادا جی اس سے بحث کے موڈ میں نہ تھے اس لیے جس کام کے لیے آئے وہ کرنا چاہ رہے تھے اور کن اکھیوں سے انہوں نے اسے دیکھا وہ خاموش ہی رہا۔

''جنت۔'' وہ چلائے۔

''ایک یہ ستم کہ وہ چلائے اور دوسرا بڑا ستم یہ کہ جائنا کے بجائے جنت کہہ کر پکارا گیا اس ستم ظریفی سے فصیحہ کے پیچھے کھڑی جنت یعنی جائنا جو کہ دادا جی کے الفاظ باقاعدہ لکھ رہی تھی اپنی کہانی کے لیے چونکی۔

''ج...... ج...... جی دادا جی۔'' اس ستم ظریفی سے بمشکل ہی الفاظ اس کے حلق سے باہر آئے۔ ''کیا ہوا کوئی غلطی ہو گئی؟''

''نہیں بیٹا جی! آپ سے بھلا کوئی غلطی ہوتی ہے کبھی وہ تو ہم سے ہوتی ہے جو آپ کو ڈانٹ دیتے ہیں۔'' انہوں نے طنزاً کہا۔

''وہ تو ہے۔'' علی نے سر کھجاتے ہوئے کہا اور دادا جی نے سن لیا۔

''شٹ اپ۔ اتنے بڑے گھوڑے ہو گئے ہو اور بچوں کی طرح لڑتے رہتے ہو۔'' دادا جی آج کافی غصے میں تھے اور ایک ایک کی اچھی خاصی خبر لیتے کہ ہمت کر کے فصیحہ نے پوچھ ہی لیا۔

''کیا بات ہے دادا جی آج آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں؟ خیریت ہے؟''

''ہاں خیریت ہی نہیں ہے۔'' دادا جی نے کہا۔

''پوچھو اس جائنا سے آدھا گھنٹہ پہلے یہ کہاں تھی؟'' دادا جی نے گھورتے ہوئے کہا۔

''م...... میں...... میں تو یہیں تھی اور پھر میرے پاس گھڑی بھی نہیں ہے اس لیے کیسے پتہ چلے کہ آدھا گھنٹہ پہلے کہاں تھی۔'' وہ آہستگی سے بولی تو سب کی ہنسی نکل گئی مگر دادا جی کے ڈر سے فوراً غائب بھی ہو گئی۔

''میں تم سے ابھی کا پوچھ رہا ہوں۔ کہاں سے آرہی ہو تم......؟'' وہ غصے کو ضبط کرتے ہوئے بولے۔

''میں......'' وہ رکی۔ ''میں تو گول گپے کھانے خان بابا کی ریڑھی پر گئی تھی۔'' وہ لاپروائی سے بولی اور اپنے ہی جواب پر گھبرا گئی کہ یہ کیا کہہ دیا مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

''ہونہہ گول گپے۔'' دادا جی نے دہرایا۔ ''میرے ساتھ ہمدانی صاحب تھے وہ تو شکر ہے کہ ان کی نظر نہیں پڑی ورنہ میں کیا منہ دکھاتا۔ یہ تمہاری حرکتیں میری عزت مٹی میں ملا رہی ہیں تم تو ان پر کنٹرول کرنے سے رہی اب مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا۔'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر آگئے اور سب اس پر ہنسنے لگے۔ فصیحہ بھی باہر چلی گئی۔

گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ لندن سے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اور پھر بڑی نو ابھی امریکہ سے آچکی تھیں۔ رومیصا اور عدن بھی ساتھ تھے۔ باری تو اس کے آگے پیچھے جا

urdunovels.net

رہا تھا۔ وہ تھی ہی اتنی پیاری۔ امریکہ میں رہ کر بھی بُوا نے اس کی اتنی اچھی تربیت کی تھی۔ شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ شیریں ڈھولکی لے کر بیٹھ گئی۔ حنا گلا پھاڑ پھاڑ کر ایک ہی گانا گا رہی تھی۔

"ہماری پیاری بہنا بنے گی دلہنیا۔" علی، حسام، فرحان، باری، زیب، عدن، رمیصا سب اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ وہ سب سے الگ لان میں بیٹھی کہانی لکھنے میں مصروف تھی۔ سب نے کہا کہ جا کر فصیحہ کو لاؤ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور جب دادو نے کہا تو ناچار چل دی۔ فصیحہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے آتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا ہے یہ سب؟" اس نے ہولے سے پکارا۔

"کیا......؟" وہ انجان بن رہی۔

"تم باہر کیوں نہیں آرہی؟" اس نے پوچھا۔

"میرا دل نہیں......"

"کیا بات ہے فصیحہ جب سے تمہاری شادی کی بات چلی ہے میں محسوس کر رہی ہوں تم چپ چاپ سی رہنے لگی ہو۔ ٹھیک سے نہ کھاتی ہو نہ کوئی کام کرتی ہو فصیحہ۔" وہ پکاری۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تو ناں میں سر ہلتا دیکھ کر وہ بھی مطمئن ہو گئی۔

"اچھا ایسی بات نہیں ہے تو جلدی سے نیچے چلو کل تمہاری مایوں ہے اور تم ایسے ہی بیٹھو گی۔" اس نے خوشی سے کہا۔

"اچھا تم چلو میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے ٹالنے والے انداز میں جواب دیا مگر وہ بھی جائنا تھی، ضدی کہاں ٹلنے والی تھی، بولی۔

"کب تک آؤ گی......؟"

"کہا ناں پانچ منٹ۔" اس نے جھلاتے ہوئے کہا۔ وہ ہنس دی۔

"پانچ منٹ یعنی پانچ منٹ۔ اوکے......" اس نے وارننگ دی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" فصیحہ نے کہا اور وہ باہر چل دی۔ وہ وہیں بیڈ پر ڈھیر ہو گئی ایک ایک کر کے آنسو اس کی آنکھوں سے نکلتے اس کے گالوں کو چوم رہے تھے۔ وہ ماضی میں جھانکنے لگی۔ آج بھی وہ یہ دن یاد کر کے رو دیتی ہے۔ آخر یہ بات اس کے مستقبل سے وابستہ تھی وہ خاموش رہی مگر کیوں؟ اگر وہ پہلے ہی کچھ بول دیتی تو یہ نوبت نہ آتی مگر اب اس بات کا کوئی فائدہ نہیں پھر کہیں اپنی ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت کی لائن کو دیکھتی اور کبھی دل کی لکیر کو دیکھتی۔

"فصیحہ کے دل کی لکیر قسمت کی لکیر سے مل رہی ہے اور یہ دیکھو یہ بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے نیچے اور دل والی لکیر سے اوپر والی بڑی لائن گہری ہے اور دل کی طرف مڑ رہی ہے۔ اس کا مطلب اس کی لو میرج ہے اور یہ دیکھو اس کے پاؤں کی انگلی انگوٹھے سے بڑی ہے یہ اپنے میاں پر راج کرے گی۔"

دوسری کہنے لگی۔

"یہ دیکھو اس کے کندھے پر تل ہے اس کا مطلب یہ بھی اسے پسند کرتی ہے ہا...... ہا...... ہا......" وہ سب قہقہہ لگاتیں اور وہ شرما جاتی۔ کالج کے فری پیریڈ میں وہ ساری ایک دوسرے کا ہاتھ دیکھ کر مستقبل کی پیش گوئیاں کرتیں اور کوشش کرتیں کہ ساری اچھی لکیریں ان کے ہاتھ میں ہوں۔ ساری کی ساری نٹ کھٹ اور شریر تھیں سوائے فصیحہ کے۔ بڑی بڑی آنکھوں پر گھنیری پلکوں کا پردہ صاف و شفاف رنگ ڈارک براؤن بال لمبا قد بلاشبہ اس کے حسن میں اضافہ کر رہا تھا۔ وہ خاندان کی ساری لڑکیوں سے خوب صورت تھی اور اس کی سہیلیاں بھی کہتی تھیں کہ سعد اس پر مرتا ہو گا۔ سیکنڈ ائیر کے امتحانوں کے بعد ہی سعد نے ایم بی اے کا امتحان پاس کر لیا اور اس وجہ سے گھر میں ایک پارٹی رکھی گئی تھی۔ وہ بہت چاؤ سے تیار ہوئی تھی اس نے سعد کی پسند کو مدنظر رکھ کر تیاری کی۔ لائٹ پنک جارجٹ کی ساڑھی کے ساتھ میچنگ ہاف سلیوز بلاؤز ساڑھی پر ہلکا سا کام اور بارڈر بھی کٹاؤ والا تھا۔ خوب صورتی سے میک اپ کیا ہاتھوں میں چوڑیاں اور پائل تو اس کی بھی من پسند تھی بالوں کو خوب صورتی سے جوڑے میں مقید کر کے جب اپنے سراپے کا جائزہ لیا تو بے ساختہ شرما گئی۔ باہر پارٹی میں سب لوگوں کی نظریں اس پر تھیں۔ آج وہ غضب ڈھا رہی تھی مگر یہاں معاملہ بھی الٹ تھا۔ سعد نے ایک اچٹتی نگاہ بھی اس پر نہ ڈالی۔ ساری پارٹی گزر گئی سب نے اس کی تعریف کی سوائے ایک کے جس کے لیے وہ اتنے چاؤ سے تیار ہوئی۔ وہ ہی اس کی طرف نہ دیکھے تو کیا فائدہ ایسے بناؤ سنگھار کا لیکن دل میں کچھ امید تھی شاید لوگوں کی موجودگی میں وہ اس کی تعریف نہ کر پایا ہو۔ کچھ عمر کا حصہ تھا کچھ بچپنا اور سکھیوں کی باتیں کہ وہ سوچنے لگی کہ سعد اس سے بے تحاشا پیار کرے۔ اس کی تعریف کرے۔ ہمت کر کے وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔

"سعد!"

"ہوں......"

"وہ میں تمہارے لیے...... میرا مطلب ہے میں نے تمہارے لیے یہ ونگ چیم خریدا ہے۔" اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا ہاتھ آگے کیا اور خوب صورت سلور کلر کا ونگ چیم اس کو دے دیا۔ اس نے ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی۔

"رکھ دو۔" اس نے رکھائی سے کہا۔

"میں لگا دوں؟" اس نے بڑے چاؤ سے کہا تو اس نے بری طرح سے جھاڑ دیا۔

"دیکھو فصیحہ! مجھے یہ طور طریقے بالکل پسند نہیں اگر تم اس طرح میرے قریب آنا چاہتی ہو تو تم بھول جاؤ کہ میں اس طرح تمہارے قریب آجاؤں گا بہتر یہی ہے کہ تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔ یہ باتیں بعد میں اچھی لگتی ہیں ہماری منگنی ہو چکی ہے اور ابھی شادی کے لیے نہ میں تیار ہوں نہ تم۔ اس لیے بہتر ہے یہ اطوار چھوڑ دو۔" اس کے لیے اتنا سہہ لینا بھی بہت تھا وہ رکی نہیں۔ آنسو اس کے گالوں سے ہوتے نیچے گرتے رہے اور وہ رات بھر روتی رہی۔

پھر تو جیسے اس نے ہنسنا چھوڑ دیا۔ بالکل سنجیدہ ہو گئی۔ کم گو تو وہ پہلے ہی تھی مگر اب تو وہ بھی نہ رہی۔ سارا دن اپنے کمرے میں پڑی رہتی اور سعد کا سامنا کرنے سے بھی گریز کرتی۔ اس دن کے بعد تو اس کا جینا محال ہو چکا تھا۔ آخر اس کی انا پر چوٹ کی گئی تھی۔ وہ کرچی کرچی ہو کر بکھر گئی اور کئی سال لگے اسے خود کو سمیٹنے میں مگر اب اسی دوراہے پر دوبارہ آن کھڑی جس راہ پر کانٹے ہوں وہاں پھولوں کی امید کرنا بے وقوفی ہے مگر وہ تو کچھ بھی نہ کر سکی جس لمحے کے لیے وہ بھاگتی پھرتی وہ اس کے سامنے تھا۔ اب تک وہ خود کو کسی نہ کسی طرح سنبھالتی رہی مگر وہ اب کچھ نہ کر سکی۔ خود کو حالات کے دھاروں پر ڈالے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ باتھ روم جا کر دو تین چھینٹے پانی کے مارنے کے بعد تولیے سے خشک کرتی دوپٹہ اٹھا کر باہر آگئی۔ ہر طرف گہما گہمی دیکھ کر وہ گھبرا گئی۔ بڑی بُوا نے پیار سے اس کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ جائنا بھی لان سے اٹھ کر ان کے پاس آ بیٹھی۔

"ارے بُوا! آپ کی آنکھوں میں آنسو......" جائنا نے قدرے حیرت سے پوچھا تو فصیحہ بھی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"پگلی! یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔" ہمیشہ کی طرح بڑی بوڑھیوں والا ڈائیلاگ دہرایا بُوا نے۔

"نہیں بُوا! ضرور کوئی اور بات ہے بتائیں ناں۔" جائنا ان کے پیچھے پڑ گئی۔ "پلیز بُوا بتائیں، بتائیں۔"

"اے لڑکی تو تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئی۔ اب بندہ اپنی خوشی سے رو بھی نہیں سکتا۔" انہوں نے خفگی سے کہا مگر وہ کہاں باز رہنے والی تھی۔ دونوں بانہیں ان کے گرد حائل کر کے پیار سے کہنے لگی۔

"بُوا پلیز کچھ تو بتائیں۔" ایک نمبر کی ضدی تھی وہ۔

"کچھ نہیں بس سب کو اکٹھا دیکھا تو اپنی بہن کی یاد آگئی مگر تم تو میرے پیچھے ہی پڑ گئی۔" انہوں نے مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے کہا۔ وہ تو پہلے ہی اتنی متجسس تھی چھوٹی بُوا کے لیے آج تک نہ ان کے بارے میں کسی کا ذکر سنا نہ ان کی تعریف نہ کچھ اور ان کے بارے میں سنا تھا۔

"بُوا!" اس نے کہا۔

"ہوں۔" انہوں نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ایک بات پوچھوں؟" اس نے کہا۔

"ہاں کیا پوچھنا ہے؟" سوچوں میں گم انہوں نے جواب دیا۔

"آپ چھوٹی بُوا کے بارے میں کچھ بتائیں۔" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیوں تمہیں کوئی اور کام ہے یا نہیں......؟" اب تک خاموش بیٹھی فصیحہ نے کہا۔

"تم کیوں چڑ رہی ہو؟" اس نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ ابھی وہ کچھ اور بھی کہتے کہ بڑی بُوا نے دونوں کو خاموش کراتے ہوئے چائے کے لیے کہہ دیا۔

"میرے لیے ایک کپ کافی۔" پیچھے سے سعد نے آواز دی جو ابھی ابھی آفس سے آیا تھا۔ ایک سرسری سی نگاہ بُوا کی گود میں سر رکھ کر بیٹھی فصیحہ پر ڈالی۔ لائٹ پنک شلوار قمیص میں کڑھی لمبی چُٹیا جس میں بال تھوڑے تھوڑے نکلے ہوئے تھے اور کچھ لٹیں چہرے پر آئی ہوئی تھیں ایک معصوم سی گڑیا لگ رہی تھی۔

"کافی!" اس نے شرارت سے اس کی آنکھوں کا زاویہ دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ بھی جھینپ سا گیا۔ رات کے تین بج رہے تھے مگر یہاں تو دن کا سماں تھا اور وہ کہانی لکھنے میں مصروف اور کب اسے نیند آئی اسے پتہ ہی نہ چلا۔ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے اس کے سر میں شدید درد تھا۔ ٹائم دیکھا تو بارہ بج رہے تھے۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے نحیف سی آواز میں اس نے شیریں کو آواز دینی چاہی مگر وہ بھی اپنے بیڈ پر موجود نہ تھی۔ چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے بستر سے اٹھی اور کچن کا رخ کیا۔ ابھی وہ دو تین قدم ہی چل پائی ہو گی کہ اس کا سر دیوار سے ٹکرا یا وہ گرنے ہی والی تھی کہ خود کو ہوا میں معلق پایا۔

"اندھی ہو کیا دیکھ کر نہیں چل سکتیں۔" اسے ایک مردانہ آواز سنائی دی مگر کس کی؟ وہ دیکھ نہ سکی۔

"اندھی ہونے کے ساتھ گونگی اور بہری بھی ہو۔"

"جی......" وہ بمشکل ہی کہہ پائی تھی کہ پھر اسے دنیا مافیہا کی کوئی خبر نہ رہی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ قدرے فریش تھی۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو سب کو اپنے کمرے میں پایا۔ دادو اس کے سرہانے بیٹھی کوئی دم کر رہی تھیں۔

"مما!" وہ پکاری۔

"جی...... میرا بیٹا!" انہوں نے پیار سے پچکارا۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہ سکی۔

"لیٹی رہو۔" انہوں نے اسے لٹاتے ہوئے کہا۔ "بس کمزوری ہے۔" انہوں نے پیار سے اسے لٹایا اور چادر اس پر ڈال دی۔

urdunovels.net

''تم اب سو جاؤ۔'' اور سب کمرے سے باہر چلے گئے۔ شام کو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ فریش ہونے کے لیے وہ باتھ روم گئی۔ موسم کے مطابق اس نے لائٹ گرین کلر کا انتخاب کیا تھا۔ بالوں کو تولیے میں لپیٹا وہ باہر آئی۔ دوپٹہ اٹھا کر کاندھے پر ڈالے باہر آئی مگر خاموشی کا راج تھا۔ شاید سب شاپنگ کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی میرے بغیر اس نے سعد بھائی کو ایس ایم ایس کر دیا تھا کہ وہ اسے لینے کے لیے آئیں اور موبائل بیڈ پر رکھ کر وہ باہر آئی تو ٹی وی لاؤنج سے ٹی وی کی آواز آ رہی تھی۔

''اچھا تو فرحان یہاں بیٹھا ہے۔'' اس نے ٹی وی لاؤنج میں جھانک کر سوچا۔ ''ابھی مزہ چکھاتی ہوں۔'' برف والا پانی جگ میں ڈال کر ٹی وی دیکھتے ہوئے فرحان پر ڈال دیا۔

''آہ...... '' ایک چیخ کے ساتھ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی مگر اس کے پلٹتے ہی وہ خاموش ہو گئی۔ ایسے جیسے کوئی سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ اٹھا۔

''ہیلو اس نے آگے ہاتھ لہرایا۔'' آر یو اوکے؟'' اس نے کہا تو وہ ایک دم سے پیچھے ہٹی۔ وہ فرحان نہ تھا۔ ''آ...... آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟ دیکھیے مسٹر اگر گھر میں اکیلی لڑکی دیکھ کر آپ یہ سوچ رہے ہیں تو آپ کک...... کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔'' اس نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا اور بن بریک کے بولتی چلی گئی۔ ''آپ جیسوں سے نپٹنا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔ میں آپ کا وہ حشر کروں گی کہ آپ پھر کسی کے گھر چوری ہی نہ کر سکیں گے اور مزے سے بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے ہیں۔ ابھی میں پولیس کو فون کرتی ہوں۔'' وہ تیزی سے کہتی گئی۔ وہ اس کے آگے کھڑا ہو گیا اور سینے پر ہاتھ باندھے اس کو دیکھتا رہا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

''شوق سے کیجیے۔ پولیس کو فون ایسا کریں پہلے میری بات کروا دیں۔''

''آپ مجھے باتوں میں نہیں الجھا سکتے' سمجھے آپ۔'' اس نے ڈرتے ڈرتے کہا مگر اپنا ڈر اس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

سب نے شاپنگ کر لی تھی سو وہ واپس گھر کی تیاری کرنے لگے۔ ابھی راستے میں تھے کہ اس کا ایس ایم ایس بھی مل گیا۔ ابھی گیٹ تک ہی پہنچے ہوں گے کہ دادا جی بھی کسی پروجیکٹ کی ڈیل فائنل کر کے آ گئے اور اندر پہنچتے ہی سعد اور تایا ابو سے گفتگو کرنے لگے۔

''سعد میرے بیٹے! ویل ڈن مجھے فخر ہے تم پر۔'' دادا جی نے اس کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری کوٹیشن ہمدانی گروپ آف انڈسٹریز سے زیادہ اچھی تھیں اور سب سے بڑی بات مارکیٹ میں ان کی مانگ تھی اور ہمارا بجٹ بھی اس پلان کے مطابق تھا سو وہ پروجیکٹ ہمیں ہی ملا ہے۔ وہ اس ڈیل کی خوشی میں پارٹی چاہ رہے تھے مگر تمہارے بغیر وہ ادھوری لگتی۔ بس ایک دو دن بعد چلیں گے۔'' وہ ابھی تک اس پروجیکٹ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ فرحان دوسری گاڑی میں باقی لوگوں کے ساتھ آ چکا تھا۔ ابھی وہ گاڑی کھڑی کر کے اندر کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ جائنا کی چیخوں کی آواز آنے لگی۔ وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔ سب بھاگ کر اندر آ گئے۔ دادو وہیں سے ہی ''جل جلالہ آئی بلا کو ٹال تو'' کا ورد کرنے لگیں۔ جیسے ہی سب اندر پہنچے اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی۔ دادا جی جیسے ہی اندر پہنچے گرج دار آواز میں کہا۔

''یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟''

''و...... و...... وہ دادا جی یہ چور ہمارے گھر میں گھس آیا ہے۔'' اس نے گھبراہٹ سے کہا۔ انہوں نے جواباً بری طرح ڈانٹ دیا۔

''بدتمیزی کی بھی حد ہوتی ہے ہر بار کوئی نہ کوئی اوٹ پٹانگ حرکت گھر والوں کو پریشان کرنا تمہاری عادت بن چکی ہے۔ بچی سمجھ کر تھک ہار کر تمہیں سمجھایا مگر یہاں تو کوئی اثر ہی نہیں ہے تمہاری عقل میں تو بھوسا بھرا ہے یہ تمہیں چور نظر آ رہا ہے کل کو کہو گی کہ میں ڈاکو ہوں۔'' وہ روہانسی سی ہو رہی تھی اور دادو کے سینے سے لگ گئی۔ دادو نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

''چندا یہ سعد کا دوست ہے نوشیرواں عرف شیری۔'' دادو نے بتایا تو وہ کچھ نہ بولی۔

''دادو اسے کیسے یاد ہو گا' اس کی کہانی میں کوئی ہیرو کا دوست تھوڑی ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟'' حسام نے ہنستے ہوئے کہا۔ دادو نماز کے لیے اٹھ کر چلی گئیں اور اسے بھی تاکید کر گئیں۔

''ان سے سوری کہو۔'' فصیحہ نے اسے جھاڑا۔

''کوئی بات نہیں سوری کہنے کی کیا بات ہے غلط فہمی تو ہو ہی جاتی ہے۔'' ابوذر نے وضاحت کی۔

''ہونہہ بڑا اپھنے خان بنتا ہے۔'' جائنا نے کہا تو فصیحہ نے اسے گھورا۔ سوری کرنے کے بجائے وہ اس پر چڑھائی کرنے لگی۔

''مسٹر اس میں آپ کو بڑا بننے کی ضرورت نہیں اور سوری میں کیوں کہوں؟ غلطی آپ کی ہے آپ کہہ نہیں سکتے تھے کہ آپ سعد بھائی کے دوست ہیں۔ بڑے اسمارٹ بنتے ہیں سوری کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' وہ منہ بناتے ہوئے اسی کے الفاظ دہرانے لگی۔ ''پڑوا دی دادا جی سے ڈانٹ اب تو خوش ہوئے ہوں گے ناں آپ۔'' وہ جھگڑتی رہی لڑاکا عورتوں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھے اور آہستہ آہستہ سب وہاں سے چلے گئے۔ ساتھ ساتھ شیری یعنی نوشیرواں کی ہمت کو داد دیتے ہوئے جو کہ سکون سے کھڑا سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ تھوڑا سا آگے بڑھا تو وہ چلائی۔

''آہ......''

''اب کیوں چیخ رہی ہو؟'' وہ جھنجلاتے ہوئے بولا۔

''تم میرے پاؤں پر کھڑے ہو۔''

''اوہ۔'' سوری کہتے وہ پیچھے ہٹا اور ''بی جمالو'' کہتے وہ واپس اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ ''بی جمالو'' اس نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''کیا کہا......؟'' وہ اس کی طرف لپکی۔ ''تمہیں میں جھگڑالو لگتی ہوں۔ بولو کچھ کہتے کیوں نہیں۔'' اور وہ سنی ان سنی کرتا وہاں سے چلا گیا۔ وہ پاؤں سے دیوار کو ٹھوکر مارنے لگی اور درد محسوس ہوتے ہی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ رہ رہ کر اسے اپنی بے عزتی یاد آ رہی تھی۔ اگلے دن وہ تیار ہو کر باہر جانے لگی۔ پیچھے سے شیریں کی آواز آنے پر رک گئی۔

''کہاں جا رہی ہو۔ اتنی جلدی بھی اور اتنی تیاری کے ساتھ۔'' ابھی وہ جواب دیتی کہ حنا بولی۔

''کوئی ملنے آ رہا ہے۔''

''نہیں نہیں یہ ملنے جا رہی ہے۔'' زیب نے کہا حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ اپنی کہانی ایڈیٹر کے پاس لے کر جا رہی ہے جس کے لیے وہ پچھلے تین چار مہینوں سے تیاری کر رہی تھی۔

''اللہ تمہاری جیسی کزنیں دشمن کو بھی نہ دے۔'' اس نے چڑتے ہوئے کہا۔

''واقعی انسان دشمن کو خوش نہیں دیکھ سکتا اسی لیے اچھی دعا اس کے لیے کبھی نہیں کرتا۔'' شیریں نے کہا تو وہ دانت پیستے باہر آ گئی۔ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ نمکو بسکٹ سے مکمل انصاف کر رہے تھے۔ سعد بار بار شیری سے معذرت کر رہا تھا۔

''آئی ایم سوری یار وہ ایسی نہیں ہے۔ پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا ہے اور وہی روایتی بھائیوں والے ڈائیلاگ جسے شیری سارے بھائیوں کے منہ سے سن سن کر تھک چکا تھا اس کے بارے میں۔

''اب تمہیں اس کی عادت ڈالنی ہو گی۔'' اس نے کہا۔ ''تم نے اس بارے میں اس سے بات کی سعد۔'' اس نے استفسار کیا۔

''نہیں ابھی نہیں شادی کے جھمیلوں سے فرصت ملے گی تب پوچھوں گا۔'' اس نے اسے اطمینان دلایا۔

''باقی سب تو ٹھیک ہے میں اسے جھیل لوں گا مگر یار ایک شکایت ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کیا ہے؟'' سعد نے پریشانی سے پوچھا۔

''یار! اس نے میرے نام کا ستیاناس کر دیا۔ اچھا بھلا نام ہے نوشیرواں علی جسے شارٹ کر کے نوش رکھ دیا۔'' اس نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔

''شکر کرو نوش رکھا ہے کہیں نوشی رکھ دیتی تو تمہاری جنس ہی تبدیل ہو جاتی۔'' دونوں اس بات پر دل کھول کر ہنسے۔

''اچھا یار! میں چلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام ہے۔'' ابوذر نے جلدی سے کہا۔

''کتنے بجے تک آؤ گے؟'' سعد نے پیچھے سے آواز دی۔

''کچھ کہہ نہیں سکتا۔'' اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا اور باہر چل دیا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ گھر آئی اور آتے ہی صوفے پر دھڑام سے گر گئی۔

''جا تو خوشی سے رہی تھی اور آئی اتنے غصے سے ہو۔'' فصیحہ نے پوچھا مگر وہ خاموش رہی۔

''کیا ہوا؟''

''کیا ایڈیٹر کو تمہاری کہانی پسند نہیں آئی؟ یا غصہ کسی اور بات پر آ رہا ہے؟'' زیب نے ایک سانس میں اتنے سارے سوال کر ڈالے۔ حنا جلدی سے اس کے لیے پانی لے کر آئی۔

''ایڈیٹر میری کہانی پڑھتا تو ناپسند کرتا۔'' اس نے پانی کا خالی گلاس آرام سے حنا کو پکڑاتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' علی نے بے یقینی سے پوچھا۔

''وہ ایڈیٹر ہے اس فرم میں۔'' اس نے غصے سے کھولتے ہوئے کہا۔

''کون؟'' سب نے بیک وقت پوچھا۔

''وہی......''

''وہی کون......''

''انسان ہے یا جن؟''

''آخر نام تو رکھا ہی ہو گا ماں باپ نے اس کا؟'' ہمیشہ کی طرح حمد اتاباری نے کہا تو سب ہی ہنس دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی سامنے سے مسکراتا نوشیرواں آیا۔ اس کی معنی خیز ہنسی سارا راز کھول رہی تھی اور سب کی سمجھ میں یہ تو آ گئی کہ دونوں میں پھر کوئی جھگڑا ہوا ہے۔

''تم اتنا جو مسکرا رہے ہو کیا خوشی ہے جس کو چھپا رہے ہو؟ اگر نہیں بتاؤ گے سمجھ دار ہیں ہم' جھگڑا جو ہوا جائنا سے۔ غضب اس کا بتا رہا ہے۔'' باری نے ترنم سے گنگناتے ہوئے گانے کا حلیہ ہی بگاڑ دیا تھا۔

''آخر بھئی شادی والا گھر ہے اس کا اثر ہے۔'' نوشیرواں نے کہا۔

''ویسے میراثیوں کی کمی نہیں ہے کچھ نہیں تو یہ کام سہی۔'' باہر جاتے ہوئے دادا جی نے اس کا گانا سنتے ہوئے جواب دیا۔

"دادا جی! آپ نے اچھے بھلے خاص طور پر خوب صورت آواز والے انسان کو میراثی کہہ رہے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے اپنی بے عزتی پر جواب دیا۔

"تمہیں کس نے کہہ دیا کہ میراثی انسان نہیں ہوتے۔ آج کل کتنے میراثی ٹی وی پر آتے ہیں یہ دیکھو ایک تو یہ رہا۔" دادا جی جو آج بحث کے موڈ میں تھے ٹی وی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ لڑکیاں ہنس ہنس کے لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں جب کہ لڑکوں کا حیرانی غم و غصے کے مارے برا حال تھا کیونکہ وہ ان کا فیورٹ سنگر تھا۔ شانوں تک بال ہاتھوں میں رنگ برنگی انگوٹھیاں کانوں میں بالیاں نیلی جینز جو آج کل کے فیشن کے مطابق پھٹی ہوئی تھی بے سرا گیت گا رہا تھا جس میں شاعری کم اور شور زیادہ تھا۔ دادا جی تو چلے گئے مگر انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ واقعی سنگر تھا یا میراثی۔

"جائنا! تم ایسا کرو نئی کہانی لکھو۔ 'میراثی بھی کبھی سنگر تھا۔ یا کہانی ہر میراثی کی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے 'کسوٹی سنگر کی۔ وغیرہ وغیرہ۔" شیریں نے کہا تو ساتھ بیٹھی زیبی بھی غصے میں آ گئی آخر بھئی اس کے ڈراموں سے چھیڑ چھاڑ جو کی تھی اس نے۔ اس سے پہلے کہ تینوں پھر سے لڑ پڑتیں۔ علی نے روکا۔

"ارے بھئی کام کی بات تو بیچ میں رہ گئی۔ اب بتاؤ تم دونوں اتنے پر اسرار کیوں بنے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"وہ کیا ہے کہ یہ...... یہ جناب وہاں ایڈیٹر بن چکے ہیں۔" اس سے پہلے کہ شیری کوئی جواب دیتا وہ خود ہی بول پڑی اور ساری بات سب کی سمجھ میں آ گئی۔

"اچھا واقعی اب تم ایڈیٹر بن گئے؟" کچن سے آتی تائی امی نے خوشی سے پوچھا۔

"نہیں آنٹی! وہ میرا دوست کسی کام سے ایک دو دن کے لیے فیصل آباد گیا ہوا ہے تو میں نے سوچا فارغ رہنے سے بہتر ہے وہیں وقت گزاروں۔" اس نے وضاحت کی۔

"اچھا اب تو تم ہی اس کی کہانی چھاپ دو گے تو تفصیلاً پڑھ لو اور اس کو سمجھا بھی دو۔ اس نے ہماری ناک میں دم کر رکھا ہے اس کہانی کے لیے۔" انہوں نے کہانی لیتے ہی اس کے حوالے کر دی۔ اس نے غصے سے تائی امی کو دیکھا۔

"ہر ایرے غیرے کو سر پر چڑھا رکھا ہے۔ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے وہ آپ لوگوں کا دل جیت سکتا ہے۔ میرا نہیں، میں جائنا عباس اس کی لچھے دار باتوں میں الجھنے والی نہیں۔" وہ غصے سے کہتی وہاں سے چلی گئی اور کھٹ سے دروازہ بھی لاک کر دیا۔ سب شرمندہ ہو گئے اس نے حرکت ہی ایسی کی تھی۔ پہلے تو سب مذاق سمجھ کر ٹال رہے تھے مگر اب بات ذرا سنجیدگی سے سوچنے کی تھی۔ خاص طور پر تائی امی آخر کو وہ ان کی بیٹی تھی۔ وہ بار بار معذرت کر رہی تھیں مگر وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کرتا وہاں سے چلا گیا اور سوچتا رہا اگر مہمان نہ ہوتا تو ایک تھپڑ سے اس کی بدتمیزی کو غائب کر دیتا مگر شرافت اور مہمان ہونے کے ناطے وہ ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"جائنا! دروازہ کھولو۔" انہوں نے اس کے دروازے پر دستک دی اور وہ بھی چپ چاپ دروازہ کھول کر پلٹ گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے جائنا! تم بہت برا کر رہی ہو۔" انہوں نے ڈانٹا۔

"میں برا کر رہی ہوں مما...... برا تو وہ کر رہا ہے اپنی باتوں سے سب کا دل جیت کر اور میری ہر بار انسلٹ کر کے۔" اس نے جواب دیا۔

"انسلٹ تم اس کی کر رہی ہو یا وہ تمہاری...... ہر بات کی حد ہوتی ہے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی حدود کا خیال رکھے ورنہ تم کیا کوئی بھی عزت سے نہ رہ سکے گا۔" انہوں نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"مما! وہ آپ کو علی، فرحان، سعد بھائی، شیریں سب...... سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے اور میری طرف کوئی دھیان ہی نہیں دیتا۔ سب اس کے گرد جھمگھٹا لگائے رہتے ہیں۔ میری طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور......" یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔ وہ بھی حیرانی سے اسے دیکھتی رہیں۔ وہ گھر میں سب سے چھوٹی تھی اس وجہ سے اس نے سارے گھر کی توجہ اور محبتیں سمیٹ رکھی تھیں اور معاملے کی نزاکت کو بھی وہ سمجھ چکی تھیں۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اسے سمجھانے لگیں۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میری جان جو تم سوچ رہی ہو۔ وہ ہمارا مہمان ہے اور اس وجہ سے ہم اس کا خیال رکھتے ہیں۔ وہ بہت پیارا بچہ ہے بلکہ تمہیں بھی اس کی طرف تو جہ دینی چاہیے۔ تمہاری جگہ اور ہے اس کی اور نہ تم اس کی جگہ لے سکتی ہو اور نہ وہ تمہاری۔ بیٹا یہ ضد یہ جیلسی اچھی نہیں تم ایسا سوچنا بھی مت۔ تم میری بیٹی ہو اپنی سوچ کو بدلو اور دیکھو وہ ہماری توجہ کا طالب ہے کہ نہیں۔ اگر تم نے اپنی عادت نہ بدلی تو مجھے ڈر ہے کہ تم ضرور نقصان اٹھاؤ گی اور امن کدہ کے دروازے تم پر بند ہو جائیں گے تم چیخو گی مگر تمہاری آواز سننے والا کوئی نہ ہو گا۔ تم تنہا رہ جاؤ گی بالکل ویسی جیسے وہ تھی۔ پچیس سال پہلے وہ بھی ایسی تھی مگر پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ایسا تو اس نے سوچا بھی نہ ہو گا اور ایسا حکم ملا کہ بس ترس کے رہ گئے سب۔" آنسو ان کے گالوں پر رواں دواں تھے۔ انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہی تھیں۔ آنسو بہاتی جائنا نے سر اٹھا کر دیکھا جو کچھ وہ بیان کر رہی تھیں اور جو کرب جو تکلیف ان کے چہرے پر تھا وہ ناقابلِ بیان تھا۔

"کون...... مما کون؟ کیسی حویلی...... کیسا حکم......؟"

"امن کدہ...... حکم...... کچھ نہیں۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے امید ہے کہ تم میری پرورش کو ثابت کرو گی اور اپنا اور میرا جھکا ہوا سر فخر سے بلند کرو گی۔ آخر کو تمہیں ایسا ہی کرنا ہو گا۔" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور اپنے دوپٹے سے اس کے آنسو پونچھتی ہوئی وہ باہر چلی آئیں۔ اس نے اپنی ہر حرکت پر غور کیا جو اس نے اس کے ساتھ کی تھی تو اسے محسوس ہوا غلطی واقعی اسی کی تھی۔ فریش ہونے کے بعد وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی۔ ناک کرنے سے دروازہ کھل گیا شاید بند نہ تھا۔ بیڈ پر لیٹا وہ میوزک سن رہا تھا۔ وہ اسے پکارتی رہی مگر اس نے آنکھوں کے ساتھ کان بھی بند کر رکھے تھے اور کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بھی رکی نہیں اور فوراً باہر چلی آئی۔ اگلے دن سب نے فیصلہ کیا کہ کوئی اس سے بات نہیں کرے گا جب تک وہ نوشیرواں سے معافی نہیں مانگ لیتی اور وہ اسے معاف نہیں کر دیتا۔ وہ اس کو منانے کی ہر ممکن کوشش کر چکی۔ کبھی وہ گھر پر نہ ہوتا، کبھی سو رہا ہوتا، کبھی مصروف ہوتا لیکن اس نے عہد کر لیا کہ آج کچھ بھی ہو جائے وہ اسے منا کر ہی چھوڑے گی۔ دروازے سے گانوں کی آواز آ رہی تھی جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے۔ وہ بے دھڑک اندر چلی گئی۔ وہ فریش ہونے کے لیے باتھ روم گیا اور تاول میں واپس آیا۔ اسے دیکھتے ہی دوبارہ اندر گھس گیا۔ پانچ منٹ بعد باہر آیا تو وہ ہنس رہی تھی۔ وائٹ سوٹ پر یلو سورج مکھی کے پھول بہت پیارے لگ رہے تھے۔ بالوں کو چٹیا میں باندھے لمبا سا دوپٹہ کاندھوں پر پھیلائے جلترنگ سی ہنسی اس کے دل میں سما گئی۔ اس کے دل سے ایک ہی آواز آ رہی تھی۔

"آج مان جاؤ۔" مگر انا وہ کس کھاتے میں جاتی آخر کو وہ مرد تھا۔

"یہ کوئی طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے کا؟" اس نے خفگی سے کہا۔

"کسی کے نہیں۔" اس نے زور دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کے کمرے میں آنے کا یہی ایک طریقہ ہے کیوں کہ نہ مجھے دوسرا دروازہ نظر آ رہا ہے اور نہ سیڑھی صرف ایک دروازہ تھا۔" اس نے رسانیت سے جواب دیا۔ نیلی جینز پر وائٹ ہائی نیک آستینوں کو فولڈ کیے اس کا کسرتی جسم نمایاں ہو رہا تھا اور وہ کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

"کوئی کام تھا؟" اس نے آفٹر شیو لوشن لگاتے ہوئے اس کی طرف پیٹھ کیے پوچھا۔ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور غصے سے بولی۔

"نہیں میں والی بال میں حصہ لے رہی تھی، سوچا آپ سے بھی پوچھ لوں۔"

"والی بال...... آپ کو کیسے پتہ چلا وہ میرا فیورٹ گیم ہے۔ ویسے میرا تو فیورٹ ہے لیکن آپ کبڈی میں حصہ لیں وہ آپ کی فیورٹ ہو گی۔" اور وہ خود کو کسی کبڈی میدان میں محسوس کرنے لگی اور فوراً سر جھٹک کر اپنے خیالات کو روکا۔

"آئی ایم سوری شیری۔ میرا مطلب ہے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

شیشے میں اپنا جائزہ لینے کے بعد وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"او! تو غالباً آپ مجھ سے معافی مانگنے آئی ہیں۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے پوچھا۔ وہ اس کے اتنا قریب تھا کہ آفٹر شیو لوشن اور باڈی اسپرے کی ملی جلی خوشبو اس کے دماغ کو ماؤف کر رہی تھی حالانکہ گھر میں اتنے لڑکے تھے مگر ایسا پہلی بار ہوا تھا۔ شاید وہ پہلے سے "انگیج" تھے یا اس سے پہلے ایسا نہ سوچا۔

"ہیلو میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہاں کھو گئیں؟" اس نے اس کو جھنجھوڑتے ہوئے کاندھوں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"آنٹی نے مجھے بتا دیا ہے اور میں تمہاری فیلنگز سمجھ سکتا ہوں۔ میں تمہارا کچھ نہیں چھینوں گا سوائے ایک چیز کے۔" اس نے شرارت سے کہا اور وہ جھینپ کر وہاں سے بھاگ گئی۔ محبت تو اسے پہلی نظر میں ہو گئی تھی جب وہ چکراتی ہوئی اس کے سینے سے ٹکرائی تھی جسے اب تک وہ دیوار سمجھ رہی تھی وہ تو اس کا دل تھا مگر رویہ حیرت انگیز تھا۔ وہ صرف اسی کے لیے تو آیا تھا یہاں بھولی بھالی سی صورت پر جانے کب سے فریفتہ تھا مگر آج اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس کی ہنسی دیکھ کر اس کی انا کی دیواریں گر چکی تھیں۔ شاید آج اس کی انا کی تسکین ایسے ہی ہوا آخر یہ بھی لذیذ محبت تھا۔

صبح سے سب شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ لڑکے سعد کے منع کرنے کے باوجود اسے پارلر لے گئے۔ جائنا فصیحہ کے ساتھ پارلر چلی گئی۔ حنا زیب مینو تیار کر رہی تھیں۔ شیری کے ذمہ مہمانوں کا استقبال تھا۔ گھر میں افراتفری کا سا سماں تھا۔ سب ہی خوش تھے۔ نوشیرواں جسے اب سب ہی شیری کہنے لگے وہ بھی اس گھر کا حصہ بن چکا تھا۔ اس کے ذمہ فصیحہ اور جائنا کو پارلر سے لے کر آنا تھا۔ ابھی وہ تیار ہونے والی تھی کہ اسے شیری کا ایس ایم ایس ملا۔

"ابھی باہر آؤ۔" وہ فصیحہ کو بتا کر باہر گئی تو وہ وہیں موجود ہی ٹھہرا تھا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گاڑی میں بٹھایا اور گاڑی چلانے لگا

"شیری! یہ کیا ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟" جائنا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"شش......" اس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ اسے ساحل سمندر پر لے آیا اور اسے خاموش کراتے ہوئے اپنے ساتھ رہنے کو کہا۔

"خاموش رہنا میں محبت کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

شیری کا یہ رویہ اس کے لیے حیران کن تھا۔ تھوڑی دیر ننگے پاؤں ریت پر چلنے کے بعد وہ گنگنانے لگا۔

"مگر یہ تو سمندر ہے دریا نہیں۔" وہ شرارت سے مسکرائی تو وہ بھی مسکرانے لگا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ لہریں ہچکولے لے رہی تھیں۔ جیسے وہ بھی ان کے ملاپ سے خوش ہو کر جھوم رہی ہوں چاند اپنے پورے عروج پر تھا اور لہروں کے درمیان پورے چاند کا عکس عجیب سماں پیدا کرتا تھا۔ وہ اس کے بہت قریب آ چکا تھا اتنا کہ وہ اس کی دھڑکنوں کو محسوس کر سکتا تھا اور وہ محو رقص تھا۔ چاندنی میں ہر چیز جیسے نہائی ہوئی ہو اور ان کے پیار میں ڈوب کر نکھر آئی ہو۔ وائٹ سوٹ میں چوڑیوں سے بھری کلائی گوٹے تاروں سے بھرے دوپٹے میں وہ پری ہی تو لگ رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کے بالوں کو جوڑے سے آزاد کر دیا۔ بلیک ڈنر سوٹ میں وہ یونانی دیوتا ہی لگ رہا تھا۔ وہ اس کے پیار میں ڈوبی جا رہی تھی۔ لبوں کی لالی اس پر "سونے پر سہاگہ" کے مترادف تھی۔ ہوائیں اس کی زلفوں سے ہو کر گزرتیں اور بے چین لٹیں اس کے چہرے پر محو رقص تھیں۔ اس نے دھیرے سے اس کی لٹوں کو پرے ہٹایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"تم مجھ سے شادی کرو گی؟"

"کیا......؟" اس نے حیران ہوتے ہوئے کہا حالانکہ اس کا دل مچل مچل کر کہہ رہا تھا "ہاں میں کروں گی۔" مگر وہ خاموش ہی رہی اپنے اندر مچی اس ہلچل کو چپ کرانا پڑا۔

"مجھے تم سے محبت ہے۔" وہ بھی ہنسنے لگی اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہہ ہی دیا

urdunovels.net

"جو حال اِدھر ہے اُدھر بھی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

"ویسے ایک سرپرائز اور بھی ہے۔" اس نے پراسرار طریقے سے کہا۔

"وہ کیا؟" اس نے پوچھا۔

"وہ تو گھر جا کر ہی پتہ چلے گا۔"

فصیحہ کو پارلر سے ڈراپ کر کے وہ لوگ گھر آ چکے تھے۔ اسٹیج پر بٹھا کر وہ جانے لگی تو مما نے بلایا۔

"جائنا! اِدھر آؤ تمہیں کسی سے ملوانا ہے۔" وہ ان کے پاس جا پہنچی۔

"یہ جائنا ہے۔" انہوں نے اس کا تعارف کسی لیڈی سے کرایا۔ بالکل فصیحہ جیسی تھیں۔ بلیک ساڑھی میچنگ بلاؤز بالوں کو جوڑے میں باندھے اور دو تین لٹیں سفید سامنے کے کچھ بال باہر نکلے ہوئے وہ نہایت گریس فل لگ رہی تھیں۔

"یہ جائنا ہے....." انہوں نے اس کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا اور خوشی سے گلے سے لپٹا لیا۔

"میری گڑیا تم تو بہت پیاری لگ رہی ہو۔" انہوں نے نہایت بے تکلفی سے کہا۔

"بیٹا! یہ شیری کی امی ہیں۔" انہوں نے اس کی حیرت دیکھتے ہوئے کہا "اور یہ....."

"آنٹی آگے میں بتاؤں؟" پاس آتے ہوئے شیری نے کہا تو وہ بھی مسکرا کر چل دیں۔

"اور یہ تمہاری بُوا ہیں۔"

"سچ.....؟" وہ حیران تھی اور آج اس پر یہ انکشاف ہو چکا تھا کہ چھوٹی بُوا زندہ ہیں اور اب تک کہاں تھیں البتہ یہ راز باقی تھا۔

"مما! میری چوائس کیسی ہے؟" اس نے لاڈ سے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ بہت خوش تھیں اور اپنے دونوں کنگن اتار کر اس کی کلائیوں میں پہنا دیے گویا سبز جھنڈی دکھا دی گئی اور وہ شرماتے ہوئے وہاں سے بھاگی کہ اس نے پیچھے سے آواز دی۔

"اور یہ تمہاری ساسو ماں ہیں۔" اور وہ بھاگ گئی۔

دودھ پلائی، جوتا چھپائی ہونے کے بعد وہ پرسکون ہو گئے۔ سارے مہمان چلے گئے۔ دلہن کو کمرے میں بٹھائے کچھ تصویریں بھی لی گئیں۔

"ویسے میاں پہلے ہمارا نیگ۔" لڑکیوں نے دروازے میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اب نیگ میں مجھے ہی لے چلو۔" انہوں نے شرارت سے جواب دیا اور پانچ ہزار نکال کر ان کی ہتھیلی پر رکھ دیے۔

"تم آپس میں بانٹ لینا اس وقت یہی ہیں باقی صبح۔" اور انہیں کمرے سے باہر نکال دیا۔ وہ کچھ کر بھی نہ سکیں البتہ صبح ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

وہ اس کے قریب آ گیا۔ گھونگھٹ ہٹاتے ہی اپنی ہتھیلی آگے پھیلا دی۔

"یہ رہی تمہاری منہ دکھائی۔" یہ وہی پائل تھی جو اس نے اس دن پارٹی میں پہنی تھی اور اس کے ڈانٹنے پر اتار کر پھینک دی۔ آج اس کے ہاتھ میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ خود ہی گویا ہوا۔

"میں جانتا ہوں تمہیں مجھ سے بہت کچھ کہنا ہے اور اس دن کے بعد تو تم بدل گئی اور مجھ سے ابھی تک ناراض ہو۔ میرا یقین مانو اس میں ہم دونوں ہی کی بھلائی تھی۔ اس دن تم اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکا اور چوری چوری تمہیں دیکھتا رہا اور میرے دوست مسلسل مجھے چھیڑ رہے تھے۔ میری قسمت پر ناز کر رہے تھے مگر وہ وقت صحیح نہ تھا۔ ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا تھا۔ تم خود سوچو اس طرح ہم ایک دوسرے کے بہت قریب آ جاتے اور ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ہم کچھ بہک بھی سکتے تھے۔ اس وجہ سے میں نے تمہیں ڈانٹ دیا۔ ہاں یہ میری غلطی ہے میں تمہیں آرام سے یہ بات سمجھا سکتا تھا اور معافی مانگنے میں تمہارے کمرے میں آیا تم رو رہی تھی اور وہیں یہ پائل مجھے پڑی ہوئی ملی۔" وہ ایک کے بعد ایک اعتراف کرنے لگا۔ "اب بتاؤ تم دوگی ناں میرا ساتھ.....؟" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے دھیرے سے اپنا حنائی ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "ویسے اگر اس دن میں تمہیں نہ ڈانتا تو ہم دو کی بجائے چار، آٹھ یا پھر بارہ ہوتے۔" سعد نے مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے کہا اور وہ اس کے سینے سے جا لگی۔

اگلے دن ولیمہ تھا۔ لائٹ اسکن کے ساتھ فیروزی لہنگے میں میچنگ کی چوڑیاں میک اپ اور جوتوں میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھی اور کچھ اس کے پیار کا اثر بھی تھا۔

جائنا صبح سے چھوٹی بُوا کے پاس بیٹھی یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ اتنا عرصہ کہاں تھیں لیکن وہ اسے ٹالتی رہیں۔ شادی کے ہنگامے ختم ہو چکے تھے۔ سعد اور فصیحہ ہنی مون منانے پیرس جا رہے تھے جو دونوں کی پسندیدہ جگہ تھی اور سب کچھ ختم ہو گیا۔ سب دوبارہ سے اپنی روٹین پر آ گئے۔ چھوٹی بُوا تو فارغ ہی نہ ہوتیں کبھی دادو کے ساتھ، کبھی بڑی بُوا اور کبھی دادا جی کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور ان کے ساتھ ساتھ ہوتا اور ایک دن موقع دیکھ کر اس نے اصرار کیا تو وہ خود ہی گویا ہوئیں۔

میں اس گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی بھی تھی اور یہی ضد مجھے لے ڈوبی۔ مدثر میرا تایا زاد تھا اور اسی گھر میں رہتا تھا۔ جب وہ پانچ سال کا تھا تو ایئر کریش میں تایا تائی وفات پا گئے اور ابا جی اور اماں جی کی محبتوں میں وہ پلا بڑھا۔ وہ مجھ سے چھ سال بڑا تھا۔ وہ بہت صابر لڑکا تھا۔ ہم دونوں کی ذہنی ہم آہنگی تھی۔ پڑھائی میں بھی وہ میری مدد کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے شعور کی طرف قدم رکھا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اس کی محبتوں میں سر سے لے کر پاؤں تک ڈوبی ہوئی ہوں اور اس کے بغیر جی نہیں سکتی۔ میں اس کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنے لگی۔ باجی نے جیسے ہی ماسٹر کیا ابا جی نے ان کے ہاتھ پیلے کرنے چاہے اور ایک دن میں کالج سے لوٹی تو گھر میں خلافِ معمول کافی ہنگامہ تھا۔ تب مجھے پتہ چلا کہ مدثر اور باجی کی شادی ہو رہی ہے۔ مجھ سے یہ برداشت نہ ہوا۔ میں نے اپنے تئیں بہت کوشش کی کہ یہ شادی رک جائے مگر میری ساری کوششیں ناکام رہیں اور میں نے مدثر کو سب کچھ بتا دیا۔ سب کچھ میں نے باجی کو بھی بتا دیا۔ وہ دونوں اپنا سر پیٹ کے رہ گئے کہ میں نے ایسا سوچا کیسے..... ابھی مدثر اور باجی مجھے سمجھا رہے تھے کہ ابا جی نے سن لیا جو شادی کے کارڈ ڈیزائن لینے آئے تھے اور مجھے بہت ڈانٹا۔ میں ضدی تو تھی ہی اس لیے میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا مگر میری ضد کا کوئی اثر نہ ہوا پھر میں نے نیند کی گولیاں کھا لیں اور خودکشی کرنا چاہی۔ اس سے سب نے میری شادی مدثر سے کروا دی لیکن شرط یہ رکھی کہ میں کبھی اس گھر کا رخ نہ کروں اور میں مدثر کو پا کر بہت خوش تھی مگر پہلی رات مجھ پر انکشاف ہوا کہ وہ باجی سے محبت کرتے ہیں لیکن چونکہ اب میں ان کی بیوی تھی وہ میرا خیال رکھنے لگے۔ ہم لوگ کینیڈا شفٹ ہو گئے اور پھر ہماری گود میں نوشیر واں آ گیا۔ اس طرح ہم نے سب کچھ بھلا دیا۔ اور پھر سعد نے اپنی شادی میں بلانے کے لیے سب کو منایا اور اتنے سالوں بعد جب سب خوش تھے تو ابا جی نے مجھے معاف کر دیا۔ اب تو مدثر بھی میرے ساتھ خوش ہیں اور ساتھ ہی انہوں نے تمہارے لیے شیری کو منتخب کیا۔ اس بات سے مجھے احساس ہوا کہ انہوں نے مجھے معاف کر دیا۔" آنسو ان کے گالوں پر رواں تھے۔ جیسے ہی سعد اور فصیحہ آئے۔ جائنا اور شیری کی شادی کا شور مچ اٹھا کیوں کہ مدثر انکل کو وہاں جلد جانا تھا اور شیری ہی ان کی ہیلپ کرتا تھا سو وہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد دونوں کی شادی ہو جائے۔ زور و شور سے سب ان کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مہندی بھی ختم ہو چکی تھی۔ اگلے دن وہ نکاح اور رخصتی بھی وہ لوگ پہلی فلائٹ سے واپس جانا چاہتے تھے۔ اس لیے فلائٹ بک کر لی گئی تھی۔ سرخ لہنگے میں وہ بہت پیاری لگ رہی تھیں ویسے دولہے کے دوست زیادہ ہی خوش تھے اور پٹاخے چھوڑنے لگے۔ ہوائی فائرنگ ہونے لگی۔ کوئی پٹاخہ جو بجلی کی تار پر گر گیا اور شارٹ سرکٹ کی وجہ سے پورے گھر کو آگ لگ گئی۔ فائر بریگیڈ کو بلایا گیا کہ اچانک چیخوں کی آواز آئی۔ یہ کسی اور کی نہیں جائنا کی چیخوں کی آواز تھی اور سب حیران ہوئے کہ وہ کمرے میں موجود تھی۔ شیری جانا چاہتا تھا مگر اسے جانے نہ دیا گیا۔ اتنے میں فائر بریگیڈ کی ٹیم آ گئی۔ آگ بجھائی گئی اور اسے باہر لایا گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ ایمرجنسی میں لے گئے وہاں اس کا آپریشن کیا گیا۔ آگ تو اسے زیادہ نہ لگی مگر کمرے میں موجود کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹنے سے وہ ڈر گئی اور گر گئی۔ اس کے چہرے کے بائیں حصے میں شیشے کی کرچیاں گھس گئی تھیں۔ آپریشن کامیاب رہا۔ تین دن بعد جب اس کی پٹیاں کھولی گئیں تو شیشہ دیکھنے کے بعد اس کا برا حال ہوا۔ اس کے چہرے کا بایاں حصہ بہت متاثر ہوا۔ اس کا بایاں حصہ بہت بگڑ چکا تھا۔ اس دن کے بعد اس نے چپ سادھ لی کسی سے بات نہ کرتی۔ ہر وقت خاموش رہتی یہاں تک کہ اس نے شیری سے شادی سے انکار کر دیا۔ سب نے سمجھایا مگر وہ نہ مانی سب نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ شیری پہلے تو برداشت کرتا رہا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ اس نے شادی سے انکار کر دیا ہے تو اس سے رہا نہ گیا اور وہ اس کے کمرے میں چلا گیا۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو جب جی میں آئے گا ہاں کہہ دو گی اور جب دل چاہا نہ کر دیا۔ سب کچھ تمہارے اختیار میں ہے کیا؟ وہ بھول جاؤ گی جو محبت میں نے تم سے اور تم نے مجھ سے کی..... آخر تم چاہتی کیا ہو.....؟" وہ غصے سے دھاڑا اور وہ خاموشی سے اس کی بات سنتی رہی پھر بولی۔

"شیری! بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لو۔ اب میں تمہارے لائق نہیں رہی۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس کو روتا دیکھ کر اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور آرام سے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"آخر کیا وجہ ہے تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟"

"وجہ تمہارے سامنے ہے۔" اس نے کہا۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ چکا تھا۔

"مگر یہ کوئی ٹھوس وجہ نہیں۔" اس نے اپنائیت سے کہا۔

"تمہارے لیے کہنا آسان ہے مگر مجھ سے پوچھو جس پر گزر رہی ہے۔ میری وجہ سے اپنی زندگی برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کر لو۔ تم بھی خوش رہو اور مجھے بھی خوش رہنے دو۔" اس نے دل پر جبر کرتے ہوئے کہا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کا سامنا بھی نہ کر سکے گی۔

"خوش رہوں..... ہونہہ۔" وہ کھوکھلے پن سے ہنسا۔ "میری خوشی تم سے ہے میری زندگی تم ہو جائنا..... میرے لیے کسی اور کا تصور بھی ناممکن ہے اور مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تم کیسی دکھتی ہو۔ حسین ہو یا بدصورت..... محبت میں یہ سب بے معنی ہے۔ جب ہم کسی سے محبت کرتے ہیں تو یہ نہیں سوچتے اس کا حسب و نسب کیا ہے یا اس کا مذہب۔ یہ تو ایک خوب صورت سے رشتے کا نام ہے یہ تو ہو جاتی ہے جیسے مجنوں کو لیلیٰ سے اور کسی نے سچ ہی کہا ہے

دل گاتا اک گیت ہے

جو سن لے وہ میت ہے

آنسو ہیں یا مسکان ہے

جیت ہے یا ہار

اور تمہارا چہرہ تو پلاسٹک سرجری سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ہم بہت اچھے ڈاکٹر سے تمہارا علاج کروائیں گے۔ دیکھو جائنا اس میں قصور میرا تو نہیں اور نہ تمہارا نہ کسی اور کا۔ اگر لوگ یہ بات سمجھ جائیں اور اس قسم کی حرکت نہ کریں تو صرف خوشیاں ہی ہمارا مقدر ہیں۔ اسلام نے بھی اس قسم کی حرکات کی ممانعت فرمائی ہے اور اب تم یہ سب بھول جاؤ اور صرف میرے بارے میں سوچو کیونکہ اب جلد تم میری بیوی ہو گی۔" اور وہ شرماتے ہوئے بھاگ گئی اور شیری اس کو دیکھتا رہا۔ یہ بھی اندازِ محبت ہے۔

urdunovels.net